بلوچستان میں برطانوی راج اور سیاسی و مزاحمتی تحریکوں کاآغاز

-1Shazia jaffar
Assistant Professor, Pakistan study center, uob, Quetta.
-2Pervaz Ahmed
Assistant Professor ,Pakistan study center, uob, Quetta.
-3Surieya Bano
Assistant professor, Pakistan study center, uob, Quetta.

Abstract:

Kalat was initially visited by the British Travelers in the 19th Century. Henry potinger and Christie were sent by John Malcolm to provide sufficient information about the existing economic and political structure of the area beyond the river indus. They traveled together till noshki where Chrisite penetrated to Herat and Henry Potinger traveled the whole country of Balochistan. Beside of these explorers, Captain Grant was also send some years earlier to explore the South Western areas of Balochistan, particularly Makran. they successfully finished their secret trip with valuable information and Balochistan was occupied by British Army in 19th century and it became a colony of Great Britian. During this period many treaties were signed especially after the treaty of Mastung in 1876 the British Forward policy ended towards Balochistan and its all occupation ended towards Kalat the Capital of Balochistan.
The following Research work is only covering the political and Arm Struggle of Baloch people against British colonies. This work is description in nature and Both types resources primary and secondary were consulted for the completion of this work.

تعارف

یوں تو بلوچستان میں انگریزوں کیخلاف مزاحمت کا سلسلہ جو 1839ء میں شروع ہوا مکمل طور پر کبھی بند نہ ہوا بلکہ وقتاً فوقتاً جاری رہا لیکن اس میں ایک ابھار،ہم نے خان خداداد خان کے معزولی و گرفتار ی کے بعد دیکھا۔ میر گوہر خان زرکزئی جس نے پہلے پہل علم بغاوت بلند کیا تھا کچھ عرصہ کیلئے خاموش ہو گیا تھا۔ مگر خان خداداد کی معزولی کے بعد اک بار پھر انگریزوں کیخلاف سینہ سپر ہوا اس نے تمام جھالاوان میں خوب لوٹ مار کی اور تمام سرداروں کو انگریزوں کیخلاف جہاد کی دعوت دی لیکن بہت کم سرداروں نے اس کا ساتھ دیا۔ میر گوہر خان نے اپنے بیٹے اور جانثاروں کیساتھ انگریزوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ 1
1897ء میں ساراوان کے بعض سرداروں اور قبائل نے انگریزوں کیخلاف علم بغاوت بلند کر نا چاہا ان مجاہدوں کا سربراہ سردار مہر اللہ خان رئیسانی تھا مگر

سردارمیر مہر اللہ خان رئیسانی اور سردار یار محمد کو گرفتار کر لیا گیا اور یہ تحریک پھلنے پھولنے سے پہلے ہی فوت ہو گئی۔ مگران میں آزادی کی شمع میر شہداد گچکی نے جلائی تھی لیکن بعد ازاں اسے بھی کامیابی نہ ہوئی اور میر شہداد کو سات سال قید کی سزا سنائی گئی اس پر میر محراب خان گچکی نے حکومت کے خلاف بغاوت کر دی اس کے ساتھ بلوچ خان نوشیروانی اور مکران کے کچھ معتبرین اور قبائل بھی شامل ہو گئے ۔ اس بغاوت کے نتیجے میں انگریز سروے پارٹی کے کچھ افراد قتل ہوگئے۔ انگریزوں نے ان حملوں کی اطلاع پا کر اپنی ایک فوج ساحلی علاقوں میں اتار دی محراب خان کیساتھ 2ہزار بلوچوں کا لشکر تھا پسنی کے قریب دونوں کا مقابلہ ہوا بلوچ مجاہدوں کو شکست ہوئی کئی معتبر قبائلی اور ڈھائی سو کے قریب بلوچ مجاہد شہید ہو گئے البتہ میر محراب خان جان بچا کر تربت پہنچ گیا ۔ یہاں بھی انگریزوں نے حملہ کیا تو وہ ایران چلے گئے۔1899ء میں انگریزوں نے تمام باغیوں کیلئے عام معافی کا اعلان کر دیا اور مکران میں بھی بغاوت کو سختی اور نرمی کے متزاج کے ساتھ فرو کر لیا گیا۔
مکران کے بعد ایرانی بلوچستان کا نمبر آیا یہاں بھی کئی نامور بلوچ مجاہدوں نے انگریزوں کا قدم قدم پر مقابلہ کیا لیکن بالآخر محکوم ہو گئے ان مجاہدوں میں میر بہرام خان، میر رحیم خان رخشانی ، سردار جیند خان، سردار خلیل خان گمشادزئی اور گل بی بی کے کارنامے اور نام قابل ذکرہیں۔ ابھی انگریز ایرانی سرحد پر شورشوں کو کچلنے میں مصروف تھے کہ ایک بار پھر جھالاوان میں مجاہد میدان میں نکل آئے۔ ان میں نواب محمد اکبر خان زرکزئی قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے جھالاوان کے قبائلیوں پر مشتمل ایک بڑا لشکر ترتیب دیا اور انگریزوں کے خلاف باقاعدہ جنگ آزادی شروع کر دی۔ لیکن یہاں بھی انگریزوں نے اپنی مسلمہ پالیسی" پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو"پر عمل کر تے ہوئے مجاہدوں کی صفوں میں انتشار بر پا کر دیا۔ نتیجتاً نواب محمد خان کو اس کے بھائی سے قتل کر وادیا گیا۔ نواب محمد خان کی شہادت1914ء کا واقعہ ہے یہ وہ عہد تھاکہ جب پہلی جنگ عظیم اپنے عروج پر تھیں برطانیہ کی طرف سے ترکی کیخلاف اعلان جنگ کا اثر جہاں پورے برصغیر کے مسلمانوں پر پڑا وہاں بلوچستان بھی اس سے محفوظ نہ رہا۔ نواب محمد خان کے بعد سردار نور الدین مینگل، سردار شہباز خان گرگناڑی، نورا مینگل، رسول بخش ساسولی،سمیت کئی دیگر مجاہدین نے جانباز چھاپہ ماروں کی طرح جدوجہد آزادی کو جاری رکھا۔قید و بند کی صعوبتیں کاٹیں اور طرح طرح کی اذیتیں جھیلیں-2
1916ء میں انگریزوں نے بلوچ سرداروں سے جنگ عظیم اول کیلے فوجی بھرتی کا مطالبہ کیا جسے تمام سرداروں نے متفقہ طور پر مسترد کر دیا اور بعد میں یہ کہہ دیا کہ اگر مری قبیلہ بھرتی دے تو ہم بھی دینگے۔ جبکہ مری قبیلہ کے تمندار سردار خیر بخش مری نے دوٹوک فیصلہ دے دیا تھا کہ وہ فوجی بھرتی نہیں دینگے۔ نتیجتاً مری قبیلہ کو ایک بار پھر میدان جنگ سجانا پڑا۔ گنبس اور ہڑب کی خون ریز جنگوں کے بعد مریوں کو ہتھیار ڈالنا پڑا۔ بلوچوں کیساتھ ساتھ پشتون قبائل نے بھی انگریزوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ژوب کے شاہجہان جوگیزئی نے انگریزوں کے ساتھ کئی لڑائیاں لڑی جن میں بغاؤ اور کچھ کی لڑائیاں بہت مشہور ہیں-3
پشتون قبائل کوئٹہ میں ایک طویل عرصہ تک بر سر پیکار رہیں۔ اس جنگ میں ابتدائی طور پر بازئی ، سارنگ زئی کاکڑوں نے حصہ لیا اور انگریز افسران پر وقتاً فوقتاًچھاپے مارتے رہے لیکن جلد ہی انگریزوں نے ان پر قابو پالیا۔ اس کے علاوہ کچلاک اور پشین کے کاکڑ اور ترین قبائل نے بھی بھر پور مدافعت کی-4
استبدادی نظام کیخلاف بلوچستان کے تمام غیور عوام نے بھر پور رد عمل کا

مظاہرہ کیا اور مظاہرہ صرف چھاپہ مار جنگ کی صورت میں نہ تھا بلکہ علمی اور فکری محاذ پر بھی بیرونی مذہبی اور ثقافتی یلغار کیخلاف بند باندھتے گئے، عیسائی مبلغین کے یلغار کیخلاف مولانا محمد فاضل در خانی میدان میں اترے اور بلوچوں کے مذہب کے خلاف عیسائی مبلغین کی سازشوں کو ناکام بنایا۔5

عالمی کمیونسٹ تحریک اور بلوچستان

سوویت آذر بائیجان کے باکو نامی جگہ پر ستمبر 1920ء میں"مشرقی اقوام کی کانفرنس" منعقد ہوئی۔ اس میں ترکی،پرشیا،مصر،ہندوستان، افغانستان، بلوچستان، کاشغر چین،جاپان، کوریا، عربیہ، شام، فلسطین اور سوویت وسط ایشیاء کے ایک ہزار آٹھ سو اکانوے1891نمائندوں نے حصہ لیا۔ بلوچستان کے عوام کی آزادی کی تحریک کیلئے جناب لینن ذاتی طور پر حمایت و ہمدردی رکھتے تھے۔ کامریڈ لینن نے کابل میں اپنے نئے سفیر کیلئے جو ہدایات ارسال کی تھی ان میں اسے کہا گیا کہ اسے ہندوستان کی تحریک آزادی اور بلوچوں کی برطانوی سامراج کیخلاف قومی آزادی کی جدوجہد کی ہر طرح سے امداد کرنی چاہیے۔ یہ ہدایات اس اولین خط کے ذریعے کی گئیں جو کابل میں روسی سفیر کی تقرری پر 1919ء میں لینن نے انکو بھیجا تھا۔6

انگریز کے خلاف آزادی کی تحریک کی کوئی مشترکہ لیڈر شپ موجود نہ تھی اور اس روسے یہ بلوچستان کی عمومی ، مقبول اور منظم تحریک نہ بن سکی۔ اس وقت برٹش بلوچستان میں مزدور طبقہ منظم صورت میں موجود نہ تھا۔ ایسی احتجاجی سیاسی تنظیمیں موجود نہ تھیں،جو کہ محنت کشوں کے جدو جہد کی راہبری کرتیں۔ اسی طرح بلوچ وطن میں کسانوں کی مقامی تنظیمیں موجود نہ تھیں۔ ایسے حالات میں جاگیرداروں اور انگریز سامراج کیخلاف بلوچستان کے محنت کشوں کی بغاوتیں ناکام ہو کر اختتام پذیر ہو گئیں۔7

باکو کانفرنس میں شرکت کے بعد اس کے بلوچ شرکاء کابل پہنچے جہاں انہوں نے بلوچستان میں ایک انقلابی پارٹی بنانے کا ارادہ کر لیا۔ تقریبا اسی عرصہ میں پڑوسی ملک ہندوستان کی انقلابی تنظیم بھی قائم کی گئی۔کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا1920ء میں تاشقند میں بنائی گئی۔8

جب ہندوستان میں ہجرت تحریک شروع ہوئی تو کئی افراد ہندوستان چھوڑ کر ترکی جانے لگے اور چونکہ ان میں سے کئی ترکی میں داخل نہ ہو سکے وہ تاشقند گئے اور ان میں کئی تاشقند اورماسکو میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیامیں شامل ہو ئے۔ مشرق کے محنت کشوں کی یونیورسٹی میں تعلیم مکمل کر کے کئی مہاجر ممبروں نے انڈیا جانے کا فیصلہ کر لیا۔دس افراد تاشقند سے ہندوستان میں پارٹی کیلئے زیر زمین کام کرنے کیلئے روانہ ہوئے جن میں میر عبدالماجد، رفیق احمد، حبیب احمد اور فیرو الدین راستے سے گرفتار کر لئے گئے ۔ چترال سے ایک دوسرا گروہ بھی پکڑا گیا ان سب کو پشاور لے جایا گیا او وہاں پشاور سازش کیس تیار کیاگیا۔9

یہاں بلوچستان میں پرولتاریہ کی تدریجی تشکیل کے ساتھ پیٹی بورژوازی اور بورژوا دانشور پیدا ہورہے تھے۔1931 ء تک بلوچوں میں سوداگر، چھوٹے دستکاری مراکز کے مالک ، حکومت کے اہلکار اور سکول ماسٹر پیدا ہوگئے۔ اس زمانے میں وہاں اجتماعی سیاسی عوامی تنظیمیں اور ٹریڈ یونین نہیں تھی۔ محنت کش اور کسان انگریز استعماریت او ر جاگیر داری ظلم میں زندگی گزار رہے تھے۔وہ ہر قسم کے سیاسی حقوق سے محروم تھے۔ طبقاتی تضاد سال بہ سال شدید تر ہوتا جا رہا تھا۔10

ینگ بلوچ کا قیام

1920ء میں میر عبدالعزیز کرد نے ینگ بلوچ کے نام سے ایک تنظیم بنائی۔ یہ

زیر زمین تنظیم تھی جسکا مقصدمقامی ملازموں کے حقوق کا تحفظ کر نا تھا۔

انجمن اتحاد بلوچاں

1893ء سے 1930ء تک کی غیر منظم جدو جہد کی مسلسل ناکامیوں نے باالآخر بلوچوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ کسی منظم سیاسی جدوجہد کا راستہ اختیار کریں۔ چنانچہ1930ء میں مستونگ میں انجمن اتحاد بلوچاں کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کی بنیاد رکھی گئی مگر اس کی سرگرمیاں اس وقت تک خفیہ رہی جب تک میر یوسف عزیز مگسی نے اس میں شمولیت اختیار نہ کی-11 انجمن اتحاد بلوچاں میں شمولیت سے قبل ہی میر یوسف عزیز نے اپنے سیاسی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا تھا۔ وہ وزیر اعظم کی غیر سرکاری طرز عمل کو سخت نا پسند کر تے تھے۔ مگسی صاحب لاہور کے ایک اخبار مساوات میں نومبر1929ء کو" فریاد بلوچستان "کے نام سے ایک مضمون لکھ چکے تھے۔انھوں نے اس میں قلات کے سیاسی و انتظامی حالات کی روز بروز ابتری کا تذکرہ کیا۔ جہاں قلات کے کمزور اور نا بینا خان (محمود خان دوئم) کی اصل حکمرانی سرشمس شاہ کے پاس تھی۔ مگسی صاحب کے مضمون میں بلوچستان کی پسماندگی، محرومی اور عوام کی غلامی کی کیفیتوں کو خوبصورتی سے بیان کیا گیا تھا۔ یہ در اصل بلوچ قوم کے نام ایک اپیل تھی کہ وہ غلامی کی زنجیروں کو توڑنے اور معاشی سیاسی آزادی کے حصول کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ انھوں نے لکھا تھا کہ:

"آج ساری دنیا شاہراہ ترقی پر گامزن ہے مگر بلوچستانی کچھ ایسے سو ئے ہوئے ہیں کہ جاگنا حشر کومعلوم ہوتاہے۔ بلوچستانیوں سے ہماری مخلصانہ درخواست ہے کے خدا کیلئے ساری دنیا کو ہنسنے کا موقع نہ دیجئے یہی وقت ہے اگر اسلاف کا خون آپ میں اب تک موجود ہے تو اٹھیے او ر اس طرح اٹھیے جس طرح آپ کے اسلاف اٹھا کرتے تھے۔ سیاسی غلامی کی زنجیریں ایک نعرہ حریت لگا کر توڑ ڈالیے اورقوموں کے لئے مشعل راہ بن جائیے باہمی حسد و رقابت اور ان لغویات کی بیخ کنی کیجئے اور صرف اس آتش رقابت سے اپنے سینوں کومشتعل کیجیئے کہ جنگ آزادی میں تم سے زیادہ کوئی بہادر نہ نکلے اور تم سے پہلے وہ جام شہادت نوش نہ کرے۔ خدا کے لئے بزدلانہ اور رجعت پسندانہ ذہینت کومٹا دیجئے اور دیکھے تاریخ کیا کہتی ہے مادر وطن کی قربانیوں سے سبق لیجئے"-12

اس مضمون نے بلوچستان میں ہزاروں دلوں کو متاثر کر کے جدوجہد کیلئے آمادہ کر لیا۔سرکار کے دربار میں بھی ہلچل مچ گئی ۔ وزیر اعظم آگ بگولہ ہو گیا۔ ان کو ملتان سے گرفتار کر کے مستونگ لایا گیا اور وزیر اعظم نے اپنے سرداروں کا ایک جرگہ منعقد کر اکر ان سے یہ کہلوایا کہ میر یوسف عزیز نے یہ مضمون ریاست میں بغاوت پھیلانے کی نیت سے شائع کرایا ہے اس لئے انھیں دس ہزار روپے جرمانہ اور ایک سال تک نظر بند رکھا جائے-13

اس جرگہ میں سردار محمد خان شاہوانی،سردار سمندر خان محمد شہی، سردار بہرام خان لہڑی، سردار رسول بخش زرک زئی اور سردار رسول بخش مینگل شامل تھے-14

میریوسف عزیز مگسی کی نظر بندی کے دوران انجمن اتحاد بلوچاں کے اراکین آپ سے برا بر ملاقاتیں کرتے رہے۔ چنانچہ1931ء میں جب آپ رہا ہوئے توانجمن کے اراکین نے آپ کا والہانہ استقبال کیا آپ نے اس انجمن میں شمولیت اختیار

کرلی اور آپ ہی کو صدر چن لیا گیا۔ آپ کی شمولیت کے بعد انجمن کی سرگرمیاں علی اعلان شروع ہو گئیں۔ یہ بلوچستان کی پہلی سیاسی تنظیم تھی جس نے برصغیر کی آزادی کی دیگر تحریکوں کے شانہ بشانہ جدوجہد کا آغاز کیا۔ یہ وہ دور تھا جب ریاست قلات کی حکومت نے عملاً خان کی بجائے انگریزوں کے ایک کٹھ پتلی وزیر اعظم سر شمس شاہ کے ہاتھ میں تھی۔تمام تر اختیارات اسی کے ہاتھ میں تھے۔

انجمن اتحاد بلوچاں نے اس کٹھ پتلی وزیر اعظم کیخلاف اپنی مہم کا آغاز مگسی ایجی ٹیشن"سے کیا۔ نواب یوسف عزیز مگسی کے اثر و رسوخ کی وجہ سے مگسی قبیلے کے ہزاروں خاندان شمس شاہ کیخلاف احتجاج کے طور پر سندھ کی طرف ہجرت کر گئے اور ایک سو کے قریب معززین و معتبرین کا وفد سر شمس شاہ کے ظلم و ستم کی شکایت لے کر وائسرائے ہند کے پاس دہلی گیا۔ انجمن اتحاد بلوچاں نے "شمس گردی" کے نام سے 64صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ بھی شائع کیا۔ جو بلوچستان میں دور استبداد کیخلاف ا ورآزادی کے حق میں سیاسی طور پر بلند کی جانے والی پہلی آواز تھی۔15

انجمن اتحاد بلوچاں کی ان کوششوں سے انجمن کے حمایت کر دہ خان قلات میر اعظم جان کو خان قلات مقرر کردیا گیا۔ سر شمس شاہ کو وزارت عظمیٰ سے الگ ہونا پڑا اور ہجرت کرنے والے مگسی قبائل کو بھی واپس بلالیا گیا ان تمام تر تبدیلیوں سے انجمن جو نتائج حاصل کرنا چاہتی تھی وہ حاصل نہ کرسکی کیونکہ انجمن کے حمایت کر دہ خان قلات ہی اس کی توقعات پر پورا نہ اتر سکے۔ بلکہ ان کے برعکس انھوں نے انجمن کے سربراہوں کو سیاسی سرگرمیاں ترک کردینے کی تنبیہ کی اور دھمکی دی کہ وہ اگر باز نہ آئے تو انکے خلاف سخت تادیبی کاروائی کی جائیگی۔ لیکن ان دھمکیوں کے باوجود انجمن نے اپنا کام جاری رکھا۔16

کردصاحب نے جو انجمن کے جنرل سیکرٹری تھے اپنی مضمون نویسی جاری رکھی۔ وہ سیاسی مضامین کا ایک پورا سلسلہ جاری رکھنے لگے۔ جن میں آزادی کی امنگ بھی تھی اور انگریزوں کے ظلم و جبر کی داستان بھی تھی ۔ ان مضامین میں ریاست کے اندر عوام کے منتخب نمائندوں کی اسمبلی کے قیام کا مطالبہ شامل تھا۔ اس کے علاوہ تمام مستجار علاقوں (بولان، کوئٹہ،نوشکی، اور نصیر آباد) پر برطانوی اجارہ داری کے خاتمے اور انھیں ریاست قلات میں شامل کرنے کا مطالبہ بھی تھا۔ نیز لسبیلہ، خاران اور مری بگٹی علاقوں کو دوبارہ ریاست قلات میں شامل کرنے کی بات بھی تھی۔

20اکتوبر 1932ء کو انجمن کے لیڈر میر یوسف عزیز مگسی ، سردار جمال خان لغاری، نواب مشاق احمد گورمانی اور غلام رسول خان کورائی نے یہ مشترکہ بیان جاری کیا ،

یہ فیصلہ کیا گیا کہ دسمبر میں جیکب آباد کے مقام پر"بلوچستان اینڈ آل انڈیا بلوچ کانفرنس"منعقد کی جائے۔ بلوچ جمہوری اصولوں سے اچھی طرح شناسا ہیں مگر ہماری قوم بیرونی اثرات سے بے پناہ طور پر متاثر ہو رہی ہے۔نتیجتاً ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں سوائے اس کے ہم خود کو اتحاد و اتفاق سے منظم کر دیں۔بصورت دیگر ہم دوسرے قوموں سے پیچھے رہ جائینگے۔ ہمارے مقاصد میں اہم یہ ہے کہ بلوچوں کا اتحاد ،لازمی تعلیم، حقوق کی حفاظت مذہبی تعلیم اور آئینی اصلاحات۔ ہمیں یقین ہے کہ ہماری قوم کے لوگ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں کوئی موقع ضائع نہ کرینگے۔17

آل انڈیا بلوچ کانفرنس

یہ کانفرنس27تا30دسمبر1932ء کو جیکب آباد میں ہوئی۔ خیر پور کے حاکم میر

علی نواز خان تالپور نے صدارتی خطبہ دیا۔18اس کانفرنس میں سندھ ، پنجاب اور بلوچستان کے دوسو مندوبین نے شرکت کی۔19
تین دن تک چلنے والے اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل قراردادیں منظور ہوئیں۔
* یہ کانفرنس بلوچستان آل انڈیا بلوچ کانفرنس کہلائے گی اور اسکے اغراض و مقاصدیہ ہونگے۔
* بلوچستان کے عوام اور انڈیا کے دیگر علاقوں میں رہنے والے بلوچوں کی اخلاقی سیاسی اور
معاشی ترقی کیلئے کام کرنا۔ مزید برآں ان مقاصد کے حصول کے لئے آئینی طریقوں سے کام
کرنا۔
* یہ کانفرنس صوبہ بمبئی سے سندھ کی علیحدگی پر برطانوی حکومت کی تعریف کرتی ہے۔ مزید برآں یہ
کانفرنس ان تنظیموں کو مبارکباد دیتی ہے جنہوں نے اس علیحدگی میں دلچسپی لی۔
* یہ کانفرنس بلوچستان کی برطانوی حکومت اور ریاستی کنفیڈریشن سے درخواست کر تی ہے کہ
روایتی قانون کو ایک کتابی شکل میں شائع کریں تاکہ اہلکار ار جرگہ اپنی سرگرمیوں کو روایتی
قانون کی کتاب کی روشنی میں ڈھالیں۔
* کانفرنس اس نظام کو حقارت اورمذمت کے ساتھ دیکھتی ہے کہ کسی شخص کی بہن یا بیٹی کو اس شخص
کے بپھرے ہوئے رویے کی سزا کے طور پر مقتول کے فریق میں لازمی شادی کرانی پڑے۔ یہ
کانفرنس بلوچستان کی برطانوی حکومت اور ریاستی کنفیڈریشن سے اپیل کرتی ہے کہ انسانیت ،
برابری اور انصاف کے مقدس اصول کے نام پر اس بہیمانہ عمل کو مکمل طور پر روک دیا جائے
انتقام کی شیطانی کاروائیوں کیلئے معصوم لڑکیوں کو سزا نہ دی جائے۔
* یہ کانفرنس بلوچستان کی حکومت اور عوام سے مطالبہ کرتی ہے کہ لب اور ولور کے رسوا کن عمل کو ختم
کیا جائے۔
* یہ کانفرنس حکومت سے درخواست کرتی ہے کہ اس رواج کو ختم کرے جو بیواؤں پر اور دوسری
عورتوں پر مردوں کو مالکانہ حقوق دیتا ہے جیسے زمینی جائیداد ہوں۔
* یہ کانفرنس بلوچستان کی برطانوی حکومت اور کنفیڈریشن سے درخواست کرتی ہے کہ عورتوں کی
تعلیم کے کاز کی بڑی گرم جوشی سے مدد کرے اور بلوچستانی عوام سے مطالبہ کرتی ہے کہ اس
طرف خاص توجہ دے۔
* یہ کانفرنس بلوچ اتھارٹیز اور اسٹیٹ کنفیڈریشن آف بلوچستان سے درخواست کرتی ہے کہ التواء
میں پڑے ہوئے مقد مات کو نمٹانے میں تیزی اور جوش کا مظاہرہ کریں۔ اس لئے کہ یہ ایک
وطیرہ بن چکا ہے کہ بڑی اہمیت کے مقد مات سالوں تک پڑے رہتے ہیں جو بلا

شبہ انصاف، مساوات اور شفاف عمل کی جڑسے اکھاڑنے کی مترادف ہے۔

* یہ کانفرنس سندھ ، بلوچستان اور بلوچستان کے سٹیٹ کنفیڈریشن کے حکام سے یہ پر روز اپیل کر تی ہے کہ معاشی بدحالی کے پیش نظر ایک سال کیلئے ریونیو کی شرح کو پچاس فیصد کم کردیں اور حکومت سے یہ درخواست بھی کرتی ہے کہ تقاوی ودیگر کاشت کاروں کی معاشی مدد کرے،۔

* یہ کانفرنس حکومت ہند سے مطالبہ کرتی ہے کہ باہر سے ہندوستان لائے جانیوالے روٹ پر کسٹم ڈیوٹی لگا دے ۔ کیونکہ پھلوں کی درآمد سے بلوچستان کے فروٹ کی تجارت کو بہت نقصان ہو رہا ہے۔

* حکومت بلوچستان سے صنعتیں لگانے کی درخواست کی جاتی ہے۔

* بلوچستان میں ایک ڈگری کالج کے قیام جسمیں لازمی طور پر ایک سائنس ڈپارٹمنٹ ہو عمل میں لایا جائے۔

* بلوچستان کے مختلف علاقوں کا اتحاد عمل میں لایا جائے۔

ان کانفرنسوں کے اندر سڑکیں بنانے کو عوام کا حق قرار دیکر اس کا مطالبہ کیا گیا اور ڈاک خانے کھولنے کی بات کی گئی-20

کانفرنس کے مطالبات کو برطانوی پارلیمنٹ تک پہنچانے کا انتظام بھی کیا گیا-21

انجمن کے اثرات قلات سے نکل کر کوئٹہ تک پہنچے او ر وہاں بھی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ خان عبدالصمد خان اچکزئی نے نہ صرف جیکب آباد میں منعقدہ بلوچستان اینڈ آل انڈیا بلوچ کانفرنس کے پہلے اجلاس کی صدارت کی بلکہ برٹش بلوچستا ن میں سیاسی سرگرمیوں کی ابتداء بھی کی-22

"دوسری بلوچ کانفرنس1933ء میں حیدر آباد کے مقام پر منعقد ہوئی او راس میں پچھلی کانفرنس کے موقف کا اعادہ کیا گیا۔ جنوری 1934ء کو انجمن کے جنرل سیکرٹری قید کر لئے گئے اس موقع پر انھوں نے پارٹی کے نام یہ پیغام دیا۔

"ساتھیوں آپ کو بلوچستان میں برطانوی پوزیشن خوب معلوم ہے۔ اسے ہندوستانی پس منظر میں نہ دیکھئے۔ بلوچ قوم کو افغان ،انڈیا یا کسی خارجی سیاست کی نقل نہیں کرنی چاہیے۔ برطانیہ نے نہ تو آپ کے ملک کو فتح کیا ہے نہ ہی اسے کسی سے خریدا ہے۔ اس لئے آپ اس کے غلام نہیں ہیں او آپ کا آقا نہیں ہے در اصل برطانیہ نے آپ کے ملک میں دوستانہ اور برابری کی بنیاد پر سجھوتوں کے ذریعے تاجروں والی خصوصی رعایتیں حاصل کی ہیں۔ اس لئے آپ کو ہمیشہ اپنی اصلی حیثیت اور سیاسی وقار کا احساس رہنا چاہیے۔ "-23

اعظم جا ن کی موت کے بعد1933ء میں جب میرا حمد یار خان خان قلات بنے تو وہ بھی انجمن کے حامی تھے مگر وہ انگریزوں کے مرضی کیخلاف نہیں چل سکتے تھے اس لئے ان کے ہی دور میں یعنی 1934ء میں میر یوسف عزیز مگسی کو برطانیہ میں جلا وطنی کے دن گزارنے پڑے اور اس دوران عبدالصمد اچکزئی کو بھی گرفتار کیا گیا-24

انجمن اتحاد بلوچاں او رمیر یوسف عزیز مگسی کی کاوشوں سے بلوچستان کی آواز بھی پہلی بار آزادی وطن کی ملک گیر تحریک میں شامل ہوئی-میر یوسف

عزیز مگسی نے اس آواز کو ہر خاص و عام تک پہنچانے کیلئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا۔25اس سلسلے میں مختلف اخبارات و جرائد مثلاً آزاد، البلوچ، بلوچستان، بلوچستان جدید، اور ینگ بلوچستان جاری کئے گئے جو یکے بعد دیگرے ضبط ہوتے رہے ۔ مئی 1933میں آپ نے بلوچستان کی آواز کے نام سے ایک پمفلیٹ طبع کر اکے برطانوی پارلیمنٹ لند ن بھجوایا۔اپنے احباب کو اردو میں بے شمار خطوط تحریر کئے۔26

"انگلستان میں دس ماہ کا عرصہ گزارنے کے بعد نواب میر یوسف عزیز مگسی 1935ء کے اوائل میں وطن واپس پہنچے لیکن ابھی وہ مستقبل کے لائحہ عمل کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہ کر پائے تھے کہ وہ 31مئی1935ء کی رات کو کوئٹہ کے تباہ کن زلزلے میں ہلاک ہوگئے۔ ان کے بے وقت موت کے باعث بلوچستان کی سیاست میں وقتی طور پر خاموشی چھا گئی۔27

میر احمد یار خان کا قائد اعظم سے پہلارابطہ

1936 ء میں ریاست کے اقتدارِاعلیٰ اور برطانیہ کے درمیان معاہداتی تعلقات کے بارے میں قانونی ماہر کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اس دوران اس وقت کے ممتاز قانون دان مسٹر محمد علی جناح سے رابطہ کیا گیا" 28

قائد اعظم سے بلوچستان کی کسی اہم شخصیت کا غالبا یہ پہلا رابطہ تھا جو اگرچہ بحیثیت ایک وکیل تھا لیکن بعد میں یہی رابطہ بلوچستا ن کی تاریخ کا ایک اہم سنگ میل قرار پایا یہ حقیقت ہے کہ میر احمد یارخان جیسی با اثر شخصیت کے قائد اعظم سے رابطے کے باوجود1938ء تک بلوچستان میں مسلم لیگ کا کوئی وجود نہ تھا۔ بلکہ1938ء تک جتنی بھی تنظیمیں یہاں قائم ہوئی ان پر زیادہ تر کانگریس کے اثرات تھے بلوچستان کے پختون علاقے میں کانگریسیاثرات صوبہ سرحد کی وساطت سے قائم ہوئے۔ عبدالصمد اچکزئی ،صوبہ سرحد سے خان برادران(ڈاکٹر خان اور عبدالغفار خان) کے زیر اثر تھے ان کی وجہ سے اس علاقے میں کانگریس کا وجود عمل میں آیا۔ اسی طرح بلوچ علاقوں میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو کانگریس کا دم بھرتے تھے۔29

انجمن اسلامیہ ریاست قلات

1936ء میں ریاست قلات میں ایک انجمن قائم کی گئی جس کا نام انجمن اسلامیہ ریاست قلات رکھا گیا۔ اگر چہ اپنے نام کے اعتبار سے یہ ایک غیر رسمی سیاسی تنظیم تھی جس کا مقصد نادار طلبہ کیلئے تعلیمی وظائف مہیا کرنا، غریب کاشتکاروں کیلئے امداد باہمی کے ادارے قائم کرنا اور دیہات میں ترقیاتی کام کرنے کے منصوبے شامل تھے ۔ لیکن درپردہ اس کے مقاصد میں نوجوانوں کی سیاسی تعلیم و تربیت اور آئندہ جدو جہد کیلئے کارکنوں کی تنظیم مقصود تھی۔ میر گل خان نصیر صدر اور ملک عبدالرحیم خواجہ خیل جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اس انجمن نے اپنے مقاصد کے تکمیل کیلئے بھر پور کوششیں کیں۔ لیکن بالآخر اس پر ایک دہشت گرد تنظیم ہونے کا الزام لگا کر کالعدم قرار دیا گیا۔30

انجمن وطن کا قیام

1936ء میں ہی عبدالصمد خا ن اچکزئی نے برٹش بلوچستان کو اپنا دائرہ کار قرار دیگر انجمن وطن سے نام سے اپنی الگ سیاسی جماعت قائم کرلی۔ جس کامقصد برٹش بلوچستان اور ریاستوں کوایک الگ صوبے کی حیثیت دلوانا اور اسمبلی قائم کروانا تھا۔ خان عبدالصمد خان اچکزئی انجمن کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ کوئٹہ، پشین،ژوب، لورالائی،سبی اور ضلع چاغی میں 'انجمن وطن"کی شاخیں قائم کی گئیں۔ عبدالصمد خان نے کوئٹہ میں ایک پریس لگا کر'استقلال"کے نام سے ایک اخبار بھی جاری کیا۔31

قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کا قیام

ریاست قلات انجمن اسلامیہ کالعدم ہو چکی تھی اور ادھر برٹش بلوچستان میں انجمن وطن قائم ہو چکی تھی۔ چنانچہ ایک سیاسی تنظیم کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے5فروری1937ء کو سبی میں ریاست قلات کے نوجوان سیاسی کارکنوں نے قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کی داغ بیل ڈالی۔ عبدالعزیزکرد پارٹی کے صد ر ، میر گل خان نصیر نائب صدر اور ملک فیض محمد یوسفزئی جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے-32

قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کا نظریہ تھا کہ بلوچستان (جو ریاست قلات کا اصل نام ہے) ایران اور افغانستان کی طرح ہندوستان سے علیحدہ ایک مملکت اور ایک خالص اور مربط قوم بلوچ کا آبائی وطن ہے۔ انگریزوں کا مفتوحہ ملک نہیں بلکہ دوستانہ اور مساویانہ حیثیت کے معاہدات کے ذریعے حکومت برطانیہ کے اقتداراعلیٰ سے وابستہ ہے۔ اس لئے ہماری جدو جہد آزادی کے بنیادیں اپنی مرکزی اور قومی حکومت (خان قلات) سے مکمل تعاون پر رکھی جانی چاہیئں۔یہ نظریہ صرف قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کی موجودہ اراکین کا نہ تھا بلکہ میر یوسف عزیز علی خان مرحوم بھی اسی نظریہ پر کاربند تھے اور میر احمد یار خان خان قلات بھی اس نظریہ سے متفق تھے۔ پس بلا خوف یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نظریہ جسکی نمائندگی قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کر رہی تھی بلوچوں کا من حیث القوم متفقہ نظریہ تھا اور ہے۔

اس طرح انجمن اتحاد بلوچاں اور اس کے بعد اسکی جانشین جماعت "قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی "ریاست قلات کو حکومت برطانیہ کے ساتھ طے شدہ معاہدات کے تحت خود مختار حیثیت دلا کر اسے بلوچستا ن کی قومی ریاست کا درجہ دلانا چاہتی تھی۔ اس مقصد کے حصول کیلئے اسے خود میر احمد یار خان کی پشت پناہی اور حمایت بھی حاصل تھی۔ اس طرح پارٹی کی سوچ بنیادی طور پر بلوچستان کی آزادی کے نظریہ پر قائم تھی اور یہ سوچ پارٹی کارکنوں اور وابستگان کے سیاسی شعور کا حصہ بن گئی جو کبھی بھی ان کے ذہنوں سے نکل نہ سکی-33

'اکتوبر1937ء میں محمد حسین عنقا نے بلوچی میں پہلا قومی نغمہ چھاپا۔ 1937ء تک کراچی سے یکے بعد دیگرے "کلمۃ الحق، ینگ بلوچستان، آفتاب،نجات،حقیقت،بلوچستان اور بولان کے نام سے صحیفوں کا اجراء ہوا" 34 برطانوی اقتدار کے خلاف بلوچستان کی آزادی کی تحریک میں شدت جب برصغیر سے برطانوی اقتدار کے خاتمے کے آثار نظر آنے لگے تو بلوچستان میں آزادی کی تحریک میں شدت آگئی۔ انگریز دور حکومت کا ایک بڑا المیہ یہ تھاکہ ان غیرملکی حکمرانوں نے بلوچستان کو ایک قومی وحدت یا ریاست باقی رہنے نہ دیا۔ اس کے بعض حصوں کو الگ انتظامی یونٹوں کی حیثیت دی گئی تو بعض علاقے خوانین قلات سے مختلف اوقات میں اجارے پر حاصل کر کے ان کو برٹش بلوچستان کا حصہ بنا دیا گیا۔ جبکہ کئی قبائلی علاقوں کوخصوصی انتظامی حیثیت حاصل تھی۔اس قسم کے منتشر صورت حال میں متفقہ سیاسی سوچ کی تشکیل کوئی آسان بات نہ تھی لیکن کم از کم ریاست قلات کی حدود میں ایک مختصر مدت کے اندر ایک قومی سیاسی سوچ نے مقبولیت عام حاصل کی۔

خان قلات نے انگریزحکومت کو برصغیر کی آزادی کی صورت میں قلات کو اس کی حیثیت میں آزادی دینے پرآمادہ کرنے کیلئے آئینی، قانونی او سیاسی لڑائی لڑنے کی کوشش کی جو برطانوی حکمرانوں کی یہاں آمد کے وقت اسے حاصل تھی۔ سیاسی دباؤ کیلئے قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی پہلے مصروف عمل تھی۔ جبکہ قانونی لحاظ سے مسٹر جناح نے کیس کا ہر پہلو سے جائزہ لینے کے بعد خان

قلات کو مشورہ دیا کہ وہ دکلاء کا ایک پینل بنا کر ان کے ذریعے ہر لحاظ سے ایک مکمل اورجامع کیس انگریز حکومت کے سامنے پیش کرنے کیلئے ان کے حوالے کریں۔ انھوں نے میراحمد یار خان کو یہ ضرور بتایا کہ ریاست قلات ہندوستان سے الگ ایک آزاد ریاست کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک مرحلے پر تو انھوں نے یہ تک کہا تھا کہ اگر ہندوستان میں پاکستان کی تحریک کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی تو بلوچستان کی آزاد ریاست کو ہی مرکز بنا کر وہاں سے پاکستان کے حصول کی جدوجہد جاری رکھی جائیگی-35

1939ء میں انگریزوں نے جیونی کے بندرگاہ کو لیز پر لینے کی کوشش کی تو نیشنل پارٹی نے برطانوی منصوبے کی سخت مخالفت کی۔ جس کی وجہ سے برطانیہ یہ بندرگاہ نہ لے سکا۔ سرداروں کو ٹیکس سے محروم کر کے اور انگریزوں کو جیونی بندرگاہ سے بے دخل کر کے پارٹی نے ا ن دونوں قوتوں کو اپنے خلاف متحد کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلات کے برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ کے مشورے اور اکسانے پر سرداروں نے خود کو نیشنل پارٹی کے خلاف صف آراء کر لیا۔ 6جولائی 1939ء کو سرداروں کی قبائلی فوج نے مستونگ میں نیشنل پارٹی کے سالانہ اجلاس پر مسلح حملہ کر کے اسے درہم برہم کر دیا۔ دوسرے ہی دن سردار، خان قلات کے پاس شکایت کرنے پہنچے۔ اس سے مطالبہ کیا کہ نیشنل پارٹی پر پابندی لگا دی جائے-20جولائی1939ء کو خان قلات نے نیشنل پارٹی پر پابندی لگا دی۔ اس کے فعال رہنماء ملک عبدالرحیم خواجہ خیل ، میر غوث بخش بزنجو، عبدالکریم شورش ، میر گل خان نصیر اور دوسرے بے شمار لوگوں کو قلات بدر کر دیا گیا ۔ تب پارٹی نے اپنا ہیڈ کوارٹر کوئٹہ میں منتقل کر دیا اور وہاں سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھی اسی دوران دوسری عالمی جنگ چھڑ گئی اور برٹش انڈیا میں سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی۔ نیشنل پارٹی زیر زمین کام کرنے لگی-36

آل انڈیا مسلم لیگ

ٍ بلوچستان میں 1938ء تک مسلم لیگ کا کوئی وجود نہ تھا۔ جون1939ء میں قاضی محمد عیسیٰ خان جب بمبئی میں قائد اعظم سے مل کر بلوچستان آئے تو انھوں نے قائد اعظم سے بلوچستا ن میں مسلم لیگ قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ آپ نے بلوچستان پہنچتے ہی مسلم لیگ کی داغ بیل ڈال دی۔ اور خود ہی اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے-37

جبکہ ڈاکٹر شاہ محمد مری لکھتے ہیں کہ نیشنل پارٹی کے اقدامات سرکار کو منظو ر نہ تھے اس لئے1938ء میں سرکار نے بلوچستان میں مسلم لیگ کی شاخ قائم کرادی۔ اور جان محمد کاسی کو اس کا صدر بنا لیا-38

سید محمود علی شاہ کے مطابق 1938"ء میں کوئٹہ میں پہلی بار سیٹھ ملک محمد اعظم، ملک جان محمد کاسی، حاجی علی بہادر، حاجی بشیر احمد، عبدالغفور درانی، چوہدری غلام حیدر، ملک اعظم کاسی اور ڈاکٹر فضل شاہ وغیرہ نے مسلم لیگ کی بنیاد رکھی-39

بعد ازاں اس کی شاخیں، پشین، لورالائی،ژوب،او ر سبی میں قائم ہو گئیں اور کافی با اثر شخصیات بھی رفتہ رفتہ مسلم لیگ سے وابستہ ہونے لگیں-ان شخصیات میں سردار محمد عثمان جوگیزئی، سردار غلام محمد خان ترین، سردار بازمحمد خان جوگیزئی جیسے با اثر شخصیات بھی شامل تھیں-40

ریاست قلات سے میر احمد یار خان ہی وہ پہلی شخصیت تھے جنہوں نے قاضی محمد عیسیٰ کو بھر پور اخلاقی و مالی مدد فراہم کی-41

کوئٹہ میں مسلم لیگ کا جو پہلا جلسہ منعقد ہوا اس میں نواب محمد خان جوگیزئی، سردار ارغون خان، نوابزادہ تیمور شاہ ، سردار عثمان خان، عنایت اللہ خان، حاجی

خیرو جان جوگیزئی،اور ان کے علاوہ نواب محراب خان بگٹی، شہزادہ عبدالرحیم اور شہزادہ عبدالکریم بھی شریک ہوئے۔ 42ریاست میں میر احمد یارخان کے علاوہ نوابزادہ عبدالقادر شاہوانی نے بھی تن من دھن سے مسلم لیگ کو پروان چڑھانے کی کوشش کی-43

23مارچ1940کو لاہور میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے وقت بلوچستان مسلم لیگ کا وفد بھی موجود تھا۔ قاضی محمد عیسیٰ صدر مسلم لیگ بلوچستان نے بلوچستان کی نمائندگی کر تے ہوئے قرارداد کی تائید کی۔ مسلم لیگ کے دوسرے رہنماؤں کے علاوہ قائد اعظم نے بھی 1943ء اور پھر1945ء میں بلوچستان کا دورہ کیا اور خان قلات میر احمد یار خان نے انھیں اور فاطمہ جناح کو ان کے وزن کے مطابق سونااور چاندی پیش کیا۔اس کے علاوہ بلوچستان کے لوگوں نے بھی مسلم لیگ کے لئے قائد اعظم کے عطیات پیش کیں-44

"مسٹرآئی آئی چندریگر"سر سلطان احمد، سردار بے کے نین اور مسٹر ولاٹن مانگٹن پر مشتمل وکلاء کے پینل نے تاریخی پس منظر کے ساتھ ریاست قلات کا کیس نہایت محنت سے تیار کر کے محمدعلی جناح کے حوالے کر دیا۔ جس نے اس میں مناسب تغیر و تبدل کر کے کیبنٹ مشن کے ارکان اور وائسرائے ہند کو پیش کر دیا اور دہلی میں ایک ضیافت کے دوران انہوں نے خان احمد یار خان اور کابینہ مشن کے ارکا ن کے درمیان ملاقات اور مذکرات کا اہتمام بھی کیا۔ کیس میں قلات تاریخی،جغرافیائی، سماجی اور سیاسی پس منظر کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد یہ رائے ظاہر کی گئی تھی کہ

۱۔ ریاست قلات ایک آزاد اور خود مختار حکومت ہے جس کے تعلقات حکومت برطانیہ سے چند معاہدات اور بالخصوص 1876 ؁ء کے معاہدہ پر استوار ہیں۔

۲۔ قلات ہندوستانی ریاست نہیں ہے۔ ہندوستان سے اسکے مراسم صرف برطانوی حکومت کے تعلقات کے بنا پر رسمی ہیں۔ جب برطانوی حکومت کا اقتدار اعلیٰ ختم ہوجائے گا برطانوی حکومت کے ساتھ معاہدہ بھی ختم ہوجائے گا اور قلات کی معاہدہ سے پہلے کی حالت آزادی مکمل طور پر عود کر آئیگی اور ریاست قلات اپنے مستقبل کے متعلق جولائحہ عمل اختیار کرے مختار کل ہوگی-45

انگریزی سامراج نے بلوچوں کی طاقت کو کمزور کرنے کیلئے پہلے لسبیلہ کو بلوچی مرکز قلات سے کاٹ کر الگ ریاست بنا دیا۔ بعد میں خاران کو علیحدہ کر کے ریاست بنا دیا۔ جب مکران کو بھی الگ کرنے کی ترکیبیں ہو رہی تھی تو25اگست1940ء کو بابو عبدالکریم نے ایک پمفلٹ نکالا۔ جس میں ایک طرف تو انھوں نے حکومت قلات کی طوائف الملوکی، بد نظمی اور ریاست گردی کی مذمت کی تو دوسری طرف بلوچستان کی جغرافیائی وحدت پر زور دیا-46

9جنوری1946ء کو آنر بیل میر جعفر خان جمالی کی سرکردگی میں ایک وفد نے برطانوی پارلیمنٹری وفد کو کراچی میں ایک عرضداشت پیش کی۔ جس میں بلوچستان کیلئے صوبائی خودمختاری کا مطالبہ پیش کیا گیا۔ اہل بلوچستان نے اس وفد کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا-47

دستور ساز اسمبلی میں بلوچستان کی نمائندگی

1946ء کے انتخابات میں دستور ساز اسمبلی میں بلوچستان کے لئے ایک نشست مخصوص کی گئی جس کا انتخاب کوئٹہ میونسپل کمیٹی اور شاہی جرگہ کے

ممبران نے کرنا تھا۔ آزاد امید وا رنواب محمد خان جوگیزئی نے اپنے مد مقابل کانگریس کے حمایت یافتہ امیدوار عبدالصمد خان اچکزئی کو شکست دے دی اور منتخب ہو گئے۔48

` انگریز کے جانے کی تیاریوں کیساتھ ساتھ ریاست قلات کے مستقبل پہ چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔ صدیوں سے اس کی آزادانہ حیثیت کو بنیاد بنا کر اسے نہ تو ہندوستا ن میں شامل کرنے اور نہ ہی پاکستان کیساتھ مدغم کرنے کا نعرہ مقبول ترین نعرہ تھا۔

مری بگٹی اور دوسرے بلوچ سرداروں نے فوراً انگریزوں کو لکھ دیا کہ وہ صرف پاکستان و ہندوستان میں سے ایک کا انتخاب کرنے پر تیار نہیں ہیں وہ ریاست قلات کا حصہ ہیں اور نہیں ملنا چاہیے۔

کچھ وقت کے بعد27نومبر1946ء میں مری بگٹی اور ڈیرہ غازی خان کے سرداروں نے مطالبہ کیا کہ وہ قلات میں شامل کئے جائیں۔بلوچ اپنی سرزمین کو آزاد ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ 26دسمبر1946کو ریاست قلات کے وزیر اعظم نوابزادہ محمد اسلم نے حکومت ہندوستان کے پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کے سیکر ٹری مسٹر گرین کو ایک خط لکھا اور اس میں آزاد ریاست قلات کا تاریخی پس منظر پیش کیا اس کے الفاظ یہ تھے۔

ریاست قلات نہ ہندوستان کا حصہ ہے نہ کبھی رہا۔ یہ ہندوستانی ریاست نہیں ہے۔ برطانوی حکومت کی آمد سے قبل بلوچستان کا آزاد وجود تھا اور اس کا سربراہ خان قلات تھا۔ جسے ان دنوں خان بلوچستان کہتے تھے۔ تاریخی شواہد موجود ہیں کہ ہمیشہ خوانین بلوچستان نے بیرونی مداخلت کے بغیر آزادانہ حکمرانی کی اور نہیں پڑوسی افغانستان اور ایران کے حکمرانوں نے احترام دی بلکہ خود خلیفہ اسلام نے بھی ، جس نے بیگلر بیگی کا خطاب دیکر مسرت محسوس کی۔ اس ترکی زبان کے لفظ کا مطلب ہے"خانو ں کا خان" 49

اسی طرح11اپریل1947کو ریاست قلات کی طرف سے ایک پمفلیٹ کے صورت میں ایک فرمان جاری ہوا اس میں قلات کے آزاد ریاست کے آئین اور اس میں اقلیتوں کے حقوق وغیرہ کی تفصیل دی ہوئی تھی۔مستقبل کی خارجی پالیسی اور جناح صاحب کے رویے کو مندرجہ ذیل انداز میں بیان کیا گیا۔

"آئندہ حکومت قلات داخلی و خارجی معاملات میں مکمل طور پر ایک آزاد حکومت کے حقوق استعمال کریگی ۔ یہ دوستی کے معاہدوں کے ذریعے اپنے پڑوسی اسلامی ملکوں یعنی افغانستان، ایران اور عرب ممالک اور بالخصوص پاکستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے گی۔ بیک وقت یہ ہندوستان اور بیرونی دنیا کے ممالک کیساتھ دوستانہ تعلقات اور معاہدے کریگی۔ بلوچستان کے عوام کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ خان قلات اور قائد اعظم کی پالیسیاں ایک ہیں خان قلات نے قائد اعظم سے مشورہ کیا ہے اور ان سارے معاملات کے بارے میں ان سے صلاح مانگی ہے۔ قائد اعظم قلات کے آزادی، اجارے پر لئے ہوئے علاقوں کی واپسی اور بلوچ علاقوں کے ریاست قلات میں ضم ہونے سے مکمل طور پر متفق ہیں اور انھوں نے ہر طرح کے امداد کی یقین دھانی کرائی ہے-50

ریاستوں کے متعلق پالیسی کا اعلان

ریاستوں سے متعلق پالیسی کا اعلان3جون1947ء کو کر دیا گیا تھا جس میں والیان ریاست کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنی عوام کے منشاء اور جغرافیائی صورتحال کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستان یا بھارت جس سے چاہیں الحاق کر سکتے ہیں۔بلوچستا ن میں برٹش بلوچستان کے علاوہ بڑی ریاست تو صرف ریاست قلات ہی تھی جو خاران، لسبیلہ اور مکران کے اضلاع پر مشتمل تھی۔ خاران کو1942ء

میں علیحدہ کر کے براہ راست پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ماتحتی میں دے دیا گیا تھا لیکن رسمی طور پر یہ اضلاع ریاست قلات کا ہی حصہ تصور کئے جاتے تھے۔ کچھ یہی کیفیت مکران کی تھی 3جون1947ء کو حکومت برطانیہ نے رسمی پور پر لسبیلہ اور خاران کا کنٹرول حکومت قلات کے سپرد کر دیا تھا اور ان اضلاع کے سرداروں کو اس بات کا تحریری طور پر اطلاع بھی دے دی گئی تھی-51

"آزادی کے محض دو ہفتے قبل دہلی میں قلات کے مستقبل کے سوال پر4اگست1947کو ایک کانفرنس کا اہتمام کیا گیا جس میں وائسرائے ہند اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے علاوہ نوتشکیل شدہ مملکت پاکستان کے گورنر جنرل مسٹر محمد علی جناح اور اس کے وزیر اعظم، ریاست کے آئینی مشیر سر سلطان احمد اور ائسرائے ہند کے قانونی مشیر لارڈ اشمے نے شرکت کی۔ کانفرنس میں ایک معاہدہ طے پایا - 11اگست1947ء کو نئی دہلی سے مذکورہ معاہدے کا سرکاری طور پر اعلان کیا گیا جس کے نقات درجہ ذیل ہیں۔

١۔ حکومت پاکستان قلات کو ایک آزاد اور خود مختار ریاست کی حیثیت سے تسلیم کرتی ہے ، جس کے تعلقات معاہدات تعلقات برطانوی حکومت سے رہے ہیں اور اس کی حیثیت ہندوستان کی ریاستوں سے مختلف ہے۔

٢۔ اس سلسلے میں قانونی مشورہ حاصل کیا جائے گا کہ آیا برطانوی حکومت قلات کے درمیان مستجار علاقوں کے متعلق کئے ہوئے اقرار نامے حکومت پاکستان کو وراثتاً منتقل ہو سکتے ہیں یا نہیں

٣۔ یہ مشورہ حاصل کرلینے کے بعد خان قلات اور پاکستان کے نمائندوں کے درمیان کراچی میں مزید گفت و شنید ہوگی۔

۴۔ اس دوران کیلئے پاکستان اور قلات کے درمیان ایک معاہدہ جاریہ Stand Still Agreementکیا گیا ہے۔

۵۔ پاکستان اور قلات کے درمیان دفاع امورخارجہ اور رسل ورسائل کے متعلق فیصلہ کرنے کیلئے کراچی میں جلد گفت و شنید ہو گی-52

بلوچستان کی آزادی کاا علان

دوسرے ہی دن یعنی 12اگست1947ء کو قلات کی طرف سے"آزاد قلات"کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ 15اگست1947کو میر احمد یار خان نے بلوچی زبان میں ایک جلسہ سے خطاب کر تے ہو ئے کہا :

آج میں آپ سے بلوچی میں خطاب کرتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہوں۔ آئندہ انشاء اللہ اب کبھی آپ سے خطاب کرونگا تو وہ بلوچی زبان میں ہوگا۔خان نے اعلان کیاکہ ہمارے آباؤ اجداد خود کو شاہ یا سلطان نہیں سمجھتے تھے۔ نصیر خان اعظم نے ہمارے خاندان کے لئے یہ وصیت چھوڑی تھی "آپ اس وقت تک کامیاب رہیں گے جب تک آپ خود کو بلوچ عوام کے خدمت گزار سمجھیں گے۔جس دن آپ نے خود کو قوم سے بلند سمجھا اسی دن تباہی آنی یقینی ہے اور تمہارا زوال ہوگا۔ واضح رہے کہ بلوچی زبان حکمرانوں کی سرکاری زبان اس سے پہلے کبھی نہ رہی تھی۔ عربوں کی حکمرانی کے ساتھ ہی برصغیر اور ایران میں فارسی بن گئی اور انگریزی عہد تک رہی۔ حالانکہ ، غوری، تغلق، غزنوی، خلجی اور مغلوں کی مادری زبان فارسی نہ تھی بلکہ ان کے اکثریت کی ماردی

زبان ترکی تھی مگر ان کے عہد حکومت میں تمام سرکاری دستاویز، تعلیم ، سب فارسی میں تھی۔ انگریزوں نے آکر بہت آ ہستگی سے سکولوں میں انگریزی رواج دی۔

خان نے پارلیمنٹ کے قیام اور الیکشن منعقد کرانے کا اعلان بھی کیا۔ ایوان بالا (دارالامراء) موروثی نوابوں سرداروں پر مشتمل تھا۔ اس کے 46ممبر تھے جن میں سے 10ممبروں کا تقرر خان کیا کرتا تھا ان دس ممبروں میں سے آٹھ کو ایوان زیریں اوردو وزیروں کو کونسل سے مقرر کرنا تھا اور باقی دو ممبروں کو اقلیتوں یعنی ہندوؤں سے مقرر کرنا تھا۔ کابینہ کے ممبر بحث میں حصہ تو لے سکتے تھے مگر انھیں ووٹ کا حق نہ تھا۔

ایوان زیریں(دارالعوام) کے 55ممبر ہو تے تھے ۔ اس کے ارکان وڈیرے،معتبر اور با اثر لوگ ہوا کرتے تھے۔

50ممبر انتخابات کے ذریعے اور ۵ ممبرخان نے مقرر کرتے تھے۔

جلد ہی اس محدود بالغ رایے دہی کے ذریعے الیکشن کرائے گئے اور اس کے نتیجے میں نیشنل پارٹی نے جس پر پر پابندی لگی ہوئی تھی الیکشن میں اپنے آزاد امیدوارکھڑے کر کے حصہ لیا۔39سیٹیں پارٹی کے ممبروں نے جیت لیں۔ باقی سیٹیں آزاد ممبروں نے جیت لیں۔ قلات کے وزیر اعظم نوابزادہ محمد اسلم تھے جبکہ وزیر خارجہ فیل(Fell)تھے۔53

پاکستان کے ساتھ الحاق

پاکستان کیساتھ مستقبل کے تعلقات پر بات چیت کے غرض سے خان قلات اکتوبر1947ء کو گورنر جنرل پاکستان کیساتھ مذاکرات کرنے کراچی چلے گئے۔

خان قلات کا یہ خیال تھا کہ قائد اعظم ریاست قلات کی آزاد حیثیت کو تسلیم کرچکے ہیں۔ اس لئے اب جبکہ وہ خود مملکت پاکستان کے گورنر جنرل بن چکے ہیں اس لئے وہ بلوچستان کے بارے میں آزادانہ پالیسی اختیار کرینگے لیکن گورنر جنرل بن جانے کے بعد ان کے رویے اور پالیسیوں پر سرکاری حاکمیت کا رنگ غالب آگیا تھا۔ انھوں نے خان قلات کو یہ ہدایت کی کہ وہ پہلے پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کردے۔ دیگر امور پر اس کے بعد ہی بات چیت ہوگی۔ خان نے دیوان عام اور خاص کیساتھ مشاورت کے بہانے کچھ وقت حاصل کر لیا۔ ریاستی اسمبلی کے دونوں ایوانوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کی مخالفت کرتے ہوئے اس کیساتھ مساویانہ بنیادوں پر دوستانہ اور برادرانہ تعلقات کے حق میں فیصلہ دیا۔

لیکن ان کو شاید یہ معلوم نہ تھا کہ کمزوراور طاقت ور فریقوں کے مابین کبھی بھی مساویانہ بنیادوں پر تعلقات قائم نہیں رہ سکتے۔ اس قسم کی صورتحال میں کمزور فریق کو محکوم بن کر طاقت ور کی حاکمیت کو قبول کرنا پڑتا ہے۔54

اس اجلاس میں بلوچی کو بلوچستان کی قومی اور سرکاری زبان قرار دیا گیا۔55

اس کے علاوہ برٹش بلوچستان میں خان عبدالصمد خان اچکزئی کی جماعت یعنی"انجمن وطن"انگریزی حکومت سے آزادی کے لئے مصروف جدوجہد تھی۔ کانگریس کیساتھ اس کی نظریاتی قربت تھی۔ اس کے علاوہ قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کے رہنماؤں کے ساتھ ان کے قریبی تعلقات اور رابطے قائم تھے۔ بہرحال آزادی ہند کے فیصلے کے مطابق جون1947ء میں کوئٹہ میونسپلٹی کے ارکان اور برٹش بلوچستان کے انگریزی شاہی جرگے کے سرداروں نے پاکستان میں شمولیت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔56

"حکومت پاکستان نے ریاستی اسمبلی کے فیصلے اور خا ن قلات کی لیت و لعل کے بعد قلات کے ساتھ ہر قسم کی گفت و شنید منقطع کر کے غیر مشروط الحاق یا پھر فوجی کاروائی کی دھمکی دے دی۔57

3مارچ 1948ء کو قلات کا مسئلہ گورنر جنرل نے وزارت خارجہ کے حوالے کی جس کا جنرل سیکرٹری کرنل ایس بی شاہ تھا۔17مارچ 1948ء کو اس نے خاران، مکرا ن اور لسبیلہ کی ریاستوں کا غیر قانونی الحاق منظور کیا دوسرے دن ریڈیو پاکستان نے اس کا اعلان کیا۔ حالانکہ یہ ریاستیں ریاست قلات کا حصہ تھیں۔ اس طرح قلات کو یک و تنہا کیا گیا اور اس کے بعد پاکستانی فوج کو جنرل اکبر خان کی کمانڈ میں ملٹری ایکشن کیلئے تیار رہنے کا حکم دیا گیا۔
27مارچ1948ء کو خان قلات پاکستانی حکومت کے زور کے سامنے جھک گیا اور قلات غیر مشروط طور پر پاکستان کا حصہ بن گیا۔ میر غوث بخش بزنجو، میر عبدالعزیز کرد اور نیشل پارٹی کے دیگر اراکین جیل میں ڈال دئیے گئے ۔ کچھ نظر بند ہوئے اور کچھ کو جلا وطن کر دیا گیا۔اپریل1948ء کو خان عبدالصمد خان اچکزئی کی پارٹی"انجمن وطن"کو بھی غیر قانونی قرار دیا گیا۔58 الحاق کے بعد قلات کے دونوں ایوان ،دارالعوام او دارالامراء ، برقرار رہے۔1949ء کی گرمیوں میں خان نے ان کا اجلاس طلب کرنا چاہا مگر حکومت پاکستان نے اسکی اجازت نہ دی۔59
اس مختصر آزادی والے دور میں یعنی1947ء سے مارچ1948ء تک "بلوچی"ریاست قلات کی قومی اور سرکاری زبان قرار دی گئی تھی۔ قلات کے ایوان زیریں میں پانچ ارکان ہندو مذہبی اقلیت سے تعلق رکھتے تھے۔60 بہر حال حکومت پاکستان کی جانب سے پہلے الحاق کا تقاضہ ہونے لگا تقاضے نے جب دھمکی اور مسلح حملے کی صورت حال اختیار کی تو خا ن قلات نے 1839ء جیسی صورتحال سے بچنے کی خاطر الحاق کا اعلان کر دیا۔61

References

1. شاہین قیصرانی،صفحہ187-88
2. ایضاً،صفحہ188-90
3. ڈاکٹر انعام الحق کوثر،تحریک پاکستان میں بلوچستان کا حصہ،وزارت اطلاعات و نشریات، اسلام آباد ، صفحہ12
4. طاہر محمد خان ، سیاسیات بلوچستان، ایم ایم ٹریڈرز ، کوئٹہ،1988،صفحہ116
5. ڈاکٹر عبد الرحمان براہوئی،بلوچستان میں دینی ادب(تحقیقی مقالہ)،1987غیر مطبوعہ صفحہ 62
6. قادر بخش نظامانی،آزمائش،روزنامہ حب، 29اکتوبر صفحہ 1995
7 ڈاکٹر شاہ محمد مری،بلوچ قوم قدیم عہد سے عصر حاضر تک، صفحہ 268
8. ایضاً،صفحہ 269
9. ہر ی کشن سرجیت سنگھ، دی مارکسٹ جلد12،نمبر3سی پی آئی ،نئی دہلی انڈیا،صفحہ12
10. ڈاکٹر شاہ محمد مری،بلوچ قوم قدیم عہد سے عصر حاضر تک، صفحہ 268
11. ایضاً،صفحہ 271
12. میر گل خان نصیر،تاریخ بلوچستان، صفحہ 202
13. شمس گردی صفحہ 17

14. یوسف زئی ، یاداشتیں،صفحہ51
15. میر گل خان نصیر،بلوچستان قدیم اور جدید کی روشنی میں، صفحہ 310
16. شاہین قیصرانی صفحہ 202
17. روزنامہ زمیندار لاہور،18ستمبر صفحہ 1932
18. آرکائیو آف بلوچستان،3،1932-50 صفحہ 23
19. انعام الحق کوثر، تحریک پاکستان میں بلوچستان کا حصہ،صفحہ18
20. ڈاکٹر شاہ محمد مری،بلوچ قوم قدیم عہد سے عصر حاضر تک صفحہ281-82
21. میر نصیر خان, احمد زئی،صفحہ418
22. میر اسرار اللہ،صفحہ101
23. میر احمد یارخان،تاریخ خوانین بلوچ،صفحہ64
24 ایضاً،283-84
25. گل خان نصیر،بلوچستان قدیم اور جدید تاریخ کی روشنی میں،صفحہ318
26. انعام الحق کوثر،تحریک پاکستان میں بلوچستان کا حصہ،صفحہ20
27. عزیز بگٹی، تاریخ بلوچستان،صفحہ85
28. میر احمد یارخان،مختصرتاریخ بلوچ و خوانین بلوچ،صفحہ87
29. سید محمود شاہ بخاری، تاریخ بلوچستان،کوئٹہ1985،صفحہ404
30. گل خان نصیر،بلوچستان قدیم اور جدید تاریخ کی روشنی میں، صفحہ319-20
31. شاہین قیصرانی،صفحہ207
32. ایضاً،صفحہ207
33. عزیز محمد بگٹی، صفحہ68
34. شاہ محمد مری، بلوچ قوم قدیم عہد سے عصر حاضر تک،صفحہ286
35. عزیز محمد بگٹی،صفحہ86-87
36. شاہ محمد مری، بلوچ قوم قدیم عہد سے عصر حاضر تک،صفحہ290
37. شاہین قیصرانی،صفحہ209-10
38. شاہ محمد مری، بلوچ قوم قدیم عہد سے عصر حاضر تک،صفحہ290
39. سید محمود شاہ بخاری،صفحہ433
40. شاہین قیصرانی،صفحہ210
41. میر گل خان نصیر،بلوچستا ن قدیم عہد سے جدید کی روشنی میں،صفحہ326
42. سید محمود شاہ بخاری،صفحہ438
43. گل خان نصیر،بلوچستان قدیم اور جدید تاریخ کی روشنی میں،صفحہ318
44. شاہین قیصرانی،صفحہ212-13
45. عزیز محمد بگٹی،صفحہ87
46. شاہ محمد مری، بلوچ قوم قدیم عہد سے عصر حاضر تک،صفحہ291
47. انعام الحق کوثر،تحریک پاکستان میں بلوچستان کا حصہ،صفحہ88-89
48. ایضاً،صفحہ95
49. شاہ محمد مری، بلوچ قوم قدیم عہد سے عصر حاضر تک،صفحہ300
50. میر احمد یار خان،انسائیڈ بلوچستان،صفحہ114
51. شاہین قیصرانی،صفحہ219
52. عزیز محمد بگٹی،صفحہ88
53. شاہ محمد مری، بلوچ قوم قدیم عہد سے عصر حاضر تک،صفحہ301-302
54. عزیز محمد بگٹی،صفحہ90
55. شاہ محمد مری، بلوچ قوم قدیم عہد سے عصر حاضر تک،صفحہ302
56. عزیز محمد بگٹی،صفحہ91

57. ایضاً،صفحہ89
58. شاہ محمد مری، بلوچ قوم قدیم عہد سے عصر حاضر تک،صفحہ306
59. اے بی اعوان،بلوچستان،"54"نیو سنچری پبلشرز، لندن صفحہ214
60. شاہ محمد مری، بلوچ قوم قدیم عہد سے عصر حاضر تک،صفحہ309
61. عزیز محمد بگٹی، صفحہ91